(مندرجہ ذیل مضمون اس تاریخی تقریر کا خلاصہ ہے جو مولانا رضاء اللہ محمد ادریس مبارکپوریؒ نے بمبئی کی تاریخی ''دین رحمت کانفرنس'' میں پیش کی۔اس تقریر کے تھوڑی دیر بعد مولانا موصوف اپنے مالک حقیقی سے مل گئے۔اللہ تعالی مولانا موصوف کی دین کے تئیں ان خدمات کو قبول فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔)

ان الحمدلله نحمده ونستعينه و نومن به و نتوكل عليه ونعوذبالله من شرورانفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهديه الله فلا مضل له ومن يضلله فلا ها دی له ، اما بعد۔

دین اسلام کے دو حصے ہیں۔

۱۔ایمان اور عقیدہ

۲۔شریعت اور فقہ

ایمان اور عقیدہ بذات خود کئی ارکان پر مشتمل ہیں۔جسکی وضاحت حدیث جبرئیل سے ہوتی ہے۔

ایک مرتبہ حضرت جبرئیل اللہ کے رسول ﷺ کے پاس تشریف لاتے ہیں اور آپؐ سے ایمان کے تعلق سوال کرتے ہیں۔آپؐ فرماتے ہیں،''ایمان یہ ہیکہ اللہ پر ایمان لانا،اسکی ربوبیت،اسماء وصفات اور الوہیت کو تسلیم کرنا،فرشتوں پر ایمان لانا،دنیا میں مبعوس کئے گئے تمام انبیاء ورسل پر ایمان لانا،اللہ کی نازل کردہ تمام کتابوں پر ایمان لانا،یوم آخرت پر ایمان لانا اور تقدیر،قضاء وقدر پر ایمان لانا۔''

قضاء وقدر کیا ہے؟؟؟

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کرنے سے پہلے ہی ازل سے لیکر قیامت تک ہونے والے تمام واقعات وحوادث جو اس کائنات میں رونما ہونے والے ہیں اسے لکھ دیا ہے اور جانتا ہیکہ فلاں چیز کب اور کیسے واقع ہوگی۔نہ ہونیوالی چیزوں کے بارے میں اللہ کو علم ہے۔اور ان تمام چیزوں کو اللہ رب العزت نے لکھنے کے بعد لوح محفوظ میں رکھ دیا ہے۔یہی تقدیر ہے۔قضا وقدر ہے۔

اس ضمن میں سب سے اہم بات یہ ہیکہ تقدیر اور قضا وقدر کے تعلق سے زیادہ بحث ومباحثہ کرنیکی شریعت میں ممانعت کی گئی ہے۔اللہ اور اسکے پیارے رسولؐ نے جتنا بھی علم ہمیں دے دیا ہے اس پر اکتفا کرنا چاہئے۔اسی پر ایمان لانا چاہئے۔قضا وقدر اللہ کا سِر اور راز ہیں اسی لئے اس تعلق سے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے علم اور اصولوں پر اکتفا کرنا چاہئے۔

اللہ کے رسولؐ نے ایک مرتبہ کچھ لوگوں کو کسی چیز پر بحث کرتے ہوئے دیکھا۔آپؐ نے سوال کیا کہ کیا مسئلہ ہے؟لوگوں نے جواب دیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ ہم لوگ تقدیر پر بحث کر رہے ہیں۔اتنا سننا تھا کہ آپؐ کا چہرۂ مبارک غصے سے سرخ ہوگیا اور فرمایا ''یہی وہ چیز ہیکہ جس نے تم سے پہلی امتوں کو تباہ کر دیا''۔

اللہ نے اس کائنات کی پیدائش سے پانچ سو سال پہلے قضا وقدر اور تقدیر سے متعلق تمام باتوں کو لوحِ محفوظ میں لکھوا دیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا کیا۔اور اسے حکم دیا کہ ''اکتـــب''یعنی لکھو۔قلم نے پوچھا ''کیا لکھوں؟''اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ تمام باتیں جو قیامت تک رونما ہونیوالی ہے۔پس قلم نے اللہ کے حکم کی تعمیل کی۔

اب اگر کوئی یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کا خالق ہے۔انسان سے سرزد ہونیوالے اعمال کا خالق ہے اس ناہیئے سے تو ہم صرف مفعول ہوئے۔پھر ہمارے کسی کام کی ذمہ داری ہمارے اوپر کیسے عائد کی جاسکتی ہے؟

اس طرح کے شکوک سب سے پہلے یہودیوں نے ایک تحت اٹھایا۔درحقیقت مسلسل جنگوں میں شکست فاش اور بڑی بڑی سلطنتوں کے ہاتھوں سے نکلنے کے بعد یہودی بری طرح تلملائے ہوئے تھے۔مسلمانوں سے میدانِ جنگ میں جیتنا اب ان کے لئے ایک

خواب بن چکا تھا۔ان حالات میں انکے شیطانی دماغ نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے اسلامی عقائد پر یلغار کی ٹھانیا ور ایک منظّم سازش کے تحت ان یہودیوں نے اسلام کے اندر غیر اسلامی عقائد کو رائج کرنے کے لئے طرح طرح کے سوالات اٹھانا شروع کیا۔''سوسن'' نامی ایک یہودی نے اسی نیت سے اسلام قبول کیا۔قضاوقدر جسکے متعلق زیادہ بحث ومباحثے سے منع کیا گیا تھا اس کے متعلق مسلمانوں کے اندر متعلق من گھڑت سوالات سب سے پہلے اسی نے اٹھایا اور اسکے بعد ان اعتراضات کی آڑ لے کر مرتد ہوگیا۔اس کے بعد''الجہنی'' نامی ایک شخص نے سوسن کی شاگردی اختیار کی اور اس جھوٹ کو ہوا دینی شروع کی کہ اللہ کو حقیقتاً کسی بھی واقعے کا علم پہلے سے نہیں ہوتا ہے اور کسی واقعے کے وقوع پذیر ہونے کے بعد ہی علم ہوتا ہے۔قضا وقدر درحقیقت کوئی چیز نہیں ہیں۔اس بات کو مسلمانوں کے درمیان خوب پھیلایا یہاں تک کہ بصرہ سے دو تابعی مدینہ منورہ آتے ہیں۔یہاں انکی ملاقات حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے ہوتی ہے۔ان لوگوں نے آپؓ سے استفسار کیا۔ان یہودیوں کی شرانگیزیوں کی اطلاع پہلے ہی یہاں تک پہنچ چکی تھی۔ان کی پرہیزگاری اور تقویٰ کی کہانی بھی لوگ سناتے تھے۔ابن عمرؓ نے کہا کہ تم ان سے کہدو کہ میں ان سے بری ہوں اور میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔آپؓ نے یہ بھی فرمایا کہ''تم لوگ ان سے کہدو کہ اگر ان کے پاس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو اور وہ اسے صدقہ کردیں تو اللہ اسے اس وقت تک قبول نہیں کریگا جب تک یہ لوگ قضا وقدر پر ایمان نہ لے آئیں۔''

لیکن اسلام کے اندر یہودیوں کی ان سازشوں کی وجہ سے اختلاف اور فرقہ بندی کی بنیاد پڑ چکی تھی اور قضاوقدر اور تقدیر کا منکر یہ گروہ''قدریہ'' کہلایا۔ان کے مقابل ایک اور گروہ پیدا ہوگیا جو''جبریہ'' کہلایا۔جبریہ فرقے سے تعلق رکھنے والے یہ لوگ انسان کو مجبورِ محض تصور کرتے تھے بالکل اسی طرح جس طرح ایک تنکا ہوا کا مجبور ہوتا ہے۔ہوا اسے جہاں لے جانا چاہتی ہے لے جاتی ہے۔جبکہ اللہ اور اسکے پیارے رسولؐ نے ہمیں اس معاملے میں بھی اعتدال پسندی اور میانہ روی کا راستہ اپنانے کا حکم دیا۔یعنی انسان نہ پورے طور پر اپنے افعال کا خالق ہوتا ہے اور نہ ہی مجبورِ محض۔اللہ تعالٰی نے حلال وحرام کو کھول کھول کر بتادیا ہے۔سیدھا راستہ اور صراط مستقیم بھی واضح کردیا اور ضالین اور گمراہی کا راستہ کونسا ہے یہ بھی واضح کردیا۔پھر انسان کو اس چیز کا عرفان عطا کیا تاکہ وہ حلال وحرام اور اچھے اور برے کے بیچ امتیاز کرسکیں۔ارادہ اور اختیار کی بنیاد پر افعال کیلئے مکلّف بنایا۔ہاں اللہ کو یہ معرفت حاصل ہے کہ ایک شخص کونسی راہ اختیار کرے گا۔لیکن اس علم سے انسان کے کرنے یا کسی کام پر مجبور ہونے کا کچھ تعلق نہیں۔

جب ایک شخص قضاوقدر پر ایمان رکھتا ہے تو یہ چیز بذاتِ خود اسکے لئے اطمینان اور آخرت میں ایمان کا وجہ بنتی ہے۔کیونکہ اللہ تعلٰی کسی نعمت پر شکر ادا کرنے پر اور مصیبت کے وقت صبر کرنے پر اپنے بندوں کو انعام واکرام سے نوازتا ہے۔جبکہ دوسرا شخص جو اقضاوقدر پر ایمان نہیں رکھتا مصیبت کے وقت وہ اپنا حوصلہ کھودیتا ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ خودکشی کرنے والے ایسے ہی پریشان حال لوگ ہوتے ہیں۔اللہ تعالٰی سے دعا ہیکہ اللہ ہمیں ان باتوں کو سمجھنے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔آمین۔